قرآن کی بعض صفات

نعیم الدین اصلاحی

(تیسری و آخری قسط)

المصدّق

یہ بھی قرآن کی ایک اہم صفت ہے اور یہ ان جگہوں پر آتی ہے جہاں گفتگو یہود و نصاریٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے دو معنی آتے ہیں۔

نمبر۱، کسی کی رائے اور گمان کے موافق ہونا۔

نمبر۲، کسی کو سچا قرار دینا۔

پہلے معنی کے لحاظ سے قرآن مجید کے "مصدّق" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے پیغمبر آئے ان سب نے اپنے اپنے زمانے میں اپنے اپنے پیروؤں کو بتایا کہ حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں سے ایک پیغمبر آنے والا ہے جو آخری پیغمبر ہوگا اس کی کتاب مکمل اور نہایت ترقی یافتہ کتاب ہوگی۔ اگر تم اس کا زمانہ پانا تو تم ضرور اس کی اتباع کرنا اور اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر دین قائم کرنے میں اس کی مدد کرنا۔ چنانچہ بنی اسرائیل عرصہ دراز سے اس پیغمبر کا بڑی شدت اور اضطراب کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔ لیکن جب وہ پیغمبر تشریف لائے تو بہت سے اسباب کی وجہ سے وہ اس کے دشمن ہوگئے اور اپنے خبثِ باطن اور کمینہ پن میں اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ قرآن مجید نے انہیں یاد دلایا کہ یہ تو وہی پیغمبر ہے جس کی اطاعت کا تم نے اپنے نبیوں سے عہد کیا تھا اور جس کا تم صدیوں سے انتظار کر رہے تھے اور یہ ٹھیک ان پیش گوئیوں کے مطابق ہے جو توریت اور انجیل میں پائی جاتی ہیں۔ تو پھر تم کیوں انکار کرتے ہو؟ کیوں نہیں اس آسمانی بادشاہت میں شامل ہوتے اور مکمل کتاب اور ترقی یافتہ شریعت کو بڑھ کر کیوں نہیں تھام لیتے؟ آخر تم کیوں نہیں سمجھتے کہ اس کتاب کا تم پر عظیم

احسان ہے کہ تمھاری اپنی کتابوں کی پیش گوئیاں سچ ثابت ہو رہی ہیں' اگر یہ آخری کتاب نہ آتی تو تمھاری کتابوں کی پیش گوئیاں جھوٹی ہوتیں۔

رہا مصدّق کا دوسرا معنی تو خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ قرآن اگر تصدیق کرتا ہے تو توریت' زبور' انجیل اور صحیفۂ ابراہیمی کی تصدیق کرتا ہے' وہ تصدیق کرتا ہے تو اس کتاب کی کرتا ہے جس کا خدائی کتاب ہونا خود اس کتاب نے بیان کیا ہو' وہ اس کتاب کی قطعاً" تصدیق نہیں کرتا جسے لوگ اپنی مقدس اور مذہبی کتاب قرار دیتے ہیں۔ کسی کتاب کا یقینی طور پر خدائی کتاب اور مقدس کتاب ہونا موقوف ہے اس بات پر کہ قرآن نے اس کا نام لیا ہو۔ ورنہ آپ صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام کتابیں برحق ہیں جو خدا نے اتاریں۔ لیکن اگر کوئی شخص لوگوں سے وسیع النظری' روشن خیالی اور رواداری کی سند پانے کے لیے اور ان کی نگاہوں میں محبوب بننے کے لیے یہ کہے ؎

تم رام کہو وہ رحیم کہیں دونوں کی غرض اللہ سے ہے
تم دین کہو وہ دھرم کہیں منشا تو اسی کی راہ سے ہے
تم پریم کہو وہ عشق کہیں مطلب تو اسی کی چاہ سے ہے
وہ جوگی ہیں تم سالک ہو مقصود دل آگاہ سے ہے
کیوں لڑتا ہے مورکھ بندے تیری خام خیالی ہے
ہے پیڑ کی جڑ تو ایک وہی یہ مذہب ایک اک ڈالی ہے
تکبیر کا جو کچھ مطلب ہے ناقوس کا بھی منشا ہے وہی
تم جن کو نمازیں کہتے ہو ہندو کے لیے پوجا ہے وہی

(بحوالہ دین کا قرآنی تصور ص ۵۹-۱۵۸)

تو اس سے بڑھ کر ظالم اور خدا کی کتاب میں تحریف کرنے والا اور کون ہوگا؟ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولؐ کو عربوں میں بھیجا اور اپنی آخری کتاب اتاری تو اس کتاب نے عربوں کے سامنے توحید کا عقیدہ نکھار کر پیش کیا کہ جس کو تم اپنا اور زمین و آسمان کا خالق جانتے ہو صرف اسی کے سامنے سجدہ کرو' صرف اسی کے بنائے ہوئے قانون پر چلو اور یہ قانون اسی پیغمبر کے ذریعے ملتا ہے لہٰذا اس پر ایمان لاؤ۔ دنیا میں صرف اسی کو اپنا لیڈر اور رہبر بناؤ اسی پر دنیا و آخرت دونوں میں سرخروئی موقوف ہے۔ یہ صاف ستھری توحید عربوں کے سامنے آئی تو ان کے لیڈروں نے اس میں اپنے لیے خطرہ محسوس کیا اور چاہا کہ کسی طرح سے آپؐ کو سمجھا بجھا کر اس

کام سے روک دیں، لیکن جب وہ اس طرف سے بالکل ناامید ہوئے تب انہوں نے وسیع النظری، فراخدلی، مداہنت اور روا داری کا تیر چلایا جو عام طور پر ٹھیک اپنے نشانے پر بیٹھتا ہے۔ انہوں نے کہا آؤ اصولوں میں مصالحت کرلیں کچھ تم اپنے اصولوں میں کتر بیونت کرلو کچھ ہم کلٹ چھانٹ کرلیتے ہیں۔ تم ہمارے مذہب کے معاملات میں روا داری برتو اور ہم تمہارے لیے روا دار بن جاتے ہیں اور اس کی شکل یہ ہے کہ تم اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس میں اس حد تک ترمیم کردو کہ وہ ہمارے قومی نفسیات سے میل کھاسکے۔ ایسے ہی حالات تھے جب سورہ یونس نازل ہوئی اِس میں اللہ تعالیٰ نے اس روا داری کا ذکر کیا اور حضورؐ کے واسطے سے ہمیشہ کے لیے اہلِ ایمان کو ہدایت دی:

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (یونس ۱۰: ۱۵)

اور جب ان کو ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ لوگ جو جزا و حساب کے قائل نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ کوئی قرآن اس کے سوا لاؤ یا اس میں تبدیلی کردو۔ تم کہہ دو میرا کام نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کروں۔ میں بے کم و کاست اس چیز کی پیروی کروں گا جو میری طرف وحی کی جائے گی۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں (یعنی وحی میں تبدیلی کروں اور غیروحی کی پیروی کروں) تو ایک سخت اور شدید دن کے عذاب کا مجھے ڈر ہے۔

اس طرح کی ہدایات اکثر مکی سورتوں میں دی گئی ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ خالقِ کائنات کے بھیجے ہوئے دین میں، توحید میں، رسالت میں، آخرت میں، اور دوسرے اصولوں میں کتر بیونت کا خیال بھی نہ آنے پائے اور دوسرے عقائد میں کاٹ چھانٹ نہیں ہوسکتی لہٰذا تم پورے جوشِ عمل کے ساتھ توحید کا پیغام پوری دنیا کو سناؤ اور اس سلسلے میں ذرہ برابر بھی مداہنت کا خیال نہ آنے پائے یعنی یہ بھی حق ہے اور وہ بھی حق ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے اور وہ بھی اچھا ہے۔ یہ مذہب بھی نجات کا ذریعہ ہے اور وہ مذہب بھی خدا تک پہنچانے والا ہے۔

اوپر جیسا کہ ہم نے عرض کیا اس طرح کی ہدایات اکثر مکی سورتوں میں دی گئی ہیں سورہ ہود میں، سورہ بنی اسرائیل میں، سورہ قصص میں، اور سورہ دہر میں، اور اسی طرح مدنی سورتوں میں، سورہ احزاب وغیرہ میں اور مائدہ میں بھی جو آخر میں نازل ہونے والی سورہ ہے۔ اس میں پہلے اللہ

تعالیٰ نے توراۃ و انجیل کا ذکر کیا پھر قرآن مجید کی حیثیت بتائی اور آخر میں یہ ہدایت دی :

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ (المائدہ ۵ : ۴۹)

خدا کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق اب ان کے درمیان فیصلہ کیجیے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے اور بچتے رہیے کہ یہ لوگ آپ کو فتنے میں ڈال کر ذرہ برابر اس ہدایت سے منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے آپ کی طرف نازل کی ہے۔

اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اگر میں یہ کہوں یا لکھوں کہ اسلام تمام مذہبی کتابوں اور بزرگوں کی تصدیق کرتا ہے تو مجھ سے بڑھ کر جھوٹا' ظالم اور خدا کی کتاب میں تحریف کرنے والا شاید ہی کوئی ہو۔

الفرقان

قرآن پاک نے اپنی ایک صفت یہ بھی بتائی ہے :

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (سورہ فرقان ۲۵ : ۱)

اسی طرح کئی جگہوں پر قرآن کو فرقان کہا گیا ہے۔ یہ لفظ (فرق) سے نکلا ہے۔ جس کے معنی پھاڑنے ' چیرنے اور دو چیزوں کو الگ الگ کردینے کے ہیں۔ القاموس المحیط میں ہے :

فرق ' فرقاً ' وفرقاناً : فصل

مختار الصحاح میں ہے :

وکل ما فرق بہ بین الحق والباطل فھو الفرقان۔

قرآن پاک کو فرقان کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا میں کسوٹی کا کام کرتا ہے۔ کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرتا ہے۔وفاداروں اور غداروں کو چھانٹ کر علیحدہ کرتا ہے ۔بدر کی لڑائی کو یومِ فرقان کہا گیا ہے' کیونکہ اس دن حق و باطل کا دو ٹوک فیصلہ ہوا۔ اس دن خدا نے یہ بات دکھا دی کہ مکھن کون ہے اور چھاچھ کون ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ کتاب دنیا میں خدا کی عدالت بن کر آئی ہے۔ اور یہ وہی بات ہے جو حضرت مسیحؑ کی زبان سے اس طرح ادا ہوئی ہے کہ میں بھائی کو بھائی سے دور' ماں کو بیٹی سے جدا کرنے آیا ہوں۔ خدا نے کبھی کوئی کتاب آم' گھاس جمع کرنے کے لیے نہیں بھیجی ہے۔ اس نے جب بھی کوئی کتاب بھیجی تو بھوسے کو دانے سے الگ کرنے کے لیے بھیجی ہے۔ یہ جو ہم آج بھانت بھانت کے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں تو یہ اسی وقت تک ہے جب تک قرآن کی دعوت بلند نہیں ہوتی۔ اگر کسی دن لوگ قرآن کی اذان دینے کھڑے

ہوئے تو آپ دیکھ لیں گے کہ قرآن قوموں کے درمیان اور خود ان کے درمیان کس طرح فرقان بن کر نمودار ہوتا ہے۔ بگاڑ پر' آخر تک لڑنے والوں کو چھانٹ کر رہے گا۔ قرآن سے یہ بعید تر ہے کہ وہ کہے کہ گندگی اور پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں۔ حق اور باطل دونوں یکساں ہیں اور دونوں ہی نجات کا ذریعہ ہیں۔ آخر کیسے ممکن ہے کہ قرآن انگور اور انار اور دنیا بھر کی گھاس پھوس کو یکساں میٹھا جانے ؟

المھیمن

یہ صفت چھٹے پارے میں سورہ مائدہ کے اندر آئی ہے :

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتَابِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ (۵ : ۴۸)

اور ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے کتاب حق کے ساتھ' مصدق اس پیشتر سے جو موجود کتاب کی اور اس کے لیے کسوٹی بنا کر۔

اس آیتِ کریمہ سے پہلے یہ بات فرمائی گئی کہ ہم نے پہلے توراۃ بھیجی لیکن اس کے پیروؤں نے اس کو کھو دیا۔ اس کی روشنی گل کردی۔ پھر ہم نے انجیل اتاری تو اس کے ماننے والوں نے اس کے وعظ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ دونوں نے کتاب میں ردوبدل کی ۔اب ہم نے یہ کتاب اتاری جس نے توراۃ اور انجیل کی تمام ہدایتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کتاب کے سوا کسی دوسری کتاب کو دستور العمل بنائے۔ کیونکہ اور کوئی کتاب اس کے سوا انسانی ردوبدل سے محفوظ نہیں۔ اور اس کتاب کا نمایاں وصف یہ ہے کہ اس نے تمام کتابوں کی بہترین تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے اپنے سر لی ہے اور فرمایا :

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (القیامہ ۷۵ : ۱۷)

اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (حم سجدہ ۴۱ : ۴۲)

باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے' نہ پیچھے سے۔ یہ حکیم و حمید کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

غور کیجیے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت و صیانت کا انتظام کیوں کیا ہے ؟ کیا صرف تلاوت کے لیے' کیا صرف چومنے چاٹنے کے لیے اور آنکھوں اور سینوں سے لگانے کے

لیے۔ کیا جاں کنی کے وقت سورہ یاسین پڑھنے کے لیے اور مرجانے کے بعد چند حفاظ کو بلا کر قرآن خوانی کرا کے روح کو بخشوانے کے لیے ؟ ہرگز نہیں ! قرآن مجید کی حفاظت اس مقصد کے لیے نہیں ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت اس لیے ہوئی ہے کہ اب اس کے بعد کوئی کتاب آنے والی نہیں ہے۔ اور یہ کتاب تمام انسانوں کے لیے زندگی کا ایک ضابطہ ہے۔ یہ اس لیے آئی ہے کہ سماج کو انصاف ملے۔ معاشرہ صاف ستھرا ہو' لوگوں کے درمیان عدل' حق پرستی' اور انصاف کی فضا قائم ہو۔ تمام معاملات ' کاروبار اور لین دین اس کی پاکیزہ تعلیمات کی روشنی میں انجام پائیں۔

بھلا بتایئے کہ جو شخص صاف و شفاف اور محفوظ چشمے کو چھوڑ کر گندے حوض سے اپنی پیاس بجھاتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی نادان ہو سکتا ہے ؟

المبارک

قرآن مجید کی یہ نہایت ہی اہم صفت ہے۔ اور تین سورتوں میں آئی ہے۔
سورہ "انعام" میں دو جگہ' سورہ "انبیاء" اور سورہ "ص" میں ایک ایک جگہ آئی ہے۔
سورہ انعام میں فرمایا :

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ (الانعام ۶ : ۹۲)

یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے۔ بڑی خیروبرکت والی کتاب ہے اور اس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے تھی۔

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (انعام ۶ : ۱۵۵)

اور یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے ایک برکت والی کتاب' پس تم اس کی پیروی اور تقویٰ کی روش اختیار کرو۔ بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (انبیاء ۲۱ : ۵۰)

اور یہ بابرکت ذکر ہم نے نازل کیا ہے پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکار کرو گے؟

سورہ ص میں مذکور ہے :

كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْا اٰیٰتِهٖ (۳۸ : ۲۹)

یہ ایک نہایت بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں۔

ان مقامات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ "قرآن مجید" اپنے سوا کسی دوسری کتاب کے

لیے یہ صفت استعمال نہیں کرتا۔

مبارک کے معنی بابرکت اور برکت کے معنی زیادتی و کثرت، نشوونما اور سعادت و خوش بختی کے آتے ہیں:

البرکۃ: النماء والزیادۃ (مختار الصحاح، لسان العرب)

البرکۃ: النماء، الزیادۃ، السعادۃ (القاموس المحیط)

اور یہ زیادتی خیر اور بھلائی کی زیادتی ہے۔ برائی کی زیادتی کو "برکت" نہیں کہتے ہیں۔ یہ دوام اور ہیشگی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

وبارک علی محمد وعلی آل محمد : ادم لہ ما اعطیتہ من التشریف والکرامہ

(القاموس المحیط، لسان العرب)

اصلاً یہ لفظ اس اونٹ کے لیے آتا ہے جو زمین میں اس طرح بیٹھ جائے کہ اٹھنے کا نام نہ لے۔

وھو من برک البعیر اذا اناخ فی موضع فلزمہ (لسان العرب)

پس اس مختصر سی تشریح سے یہ معلوم ہوا کہ "مبارک" وہ چیز کہلائے گی جس کے اندر بھلائی ہی بھلائی ہو۔ جس سے بہتری کے چشمے ابلتے ہوں اور ہمیشہ ابلتے ہوں۔ کبھی ان کا سلسلہ نہ ٹوٹتا ہو اور پھر بہتری بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ظاہری بہتری جس سے فائدہ جسم کو پہنچتا ہے اور اندرونی بہتری جس سے آدمی کی روح غذا پاتی ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں "ایک رات" کو مبارک رات کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسی رات میں انسانوں کو بھلائی کا خزانہ "قرآن پاک" بخشا گیا ہے۔

فرمایا:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دخان ۴۴: ۳)

بلاشبہ ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات میں اتارا ہے۔

ایک میدان کو مبارک میدان کہا گیا کیونکہ اسی میدان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیروبرکت کی کتاب تورات دی گئی۔ اور ایک گھر "کعبہ" کو مبارک گھر کہا گیا۔ کیونکہ توحید کا مرکز ہے اور توحید سے بڑھ کر کوئی بھلائی نہیں ہوسکتی۔ ایک سرزمین کو مبارک سرزمین کہا گیا کیونکہ وہ نہایت سرسبز و شاداب اور ہری بھری زمین ہے۔ اس کے تمام تر پھلوں کے باغ، اس کی ندیوں کا پانی، شیریں اور صحت بخش ہے اور بارش کے پانی کو مبارک پانی کہا گیا ہے کیونکہ اس سے ہر چیز کو زندگی ملتی ہے اور آخری آسمانی کتاب کو مبارک کتاب کہا گیا کیونکہ اس سے بہتری اور بھلائی کے

چشمے ابلتے ہیں۔ یہ پہلی کتابوں سے زیادہ مکمل' ترقی یافتہ شریعت (قانون) پیش کرتی ہے۔ یہ نہایت سرسبز و شاداب ہے' زندگی بخشنے والی آسودہ و خوشحال بنانے والی ہے۔

الروح

خدا نے اپنی کتاب کو روح کہا ہے۔ روح کیا چیز ہے ؟ اس کو انسانی عقل نہیں سمجھ سکتی۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ یہ خدا کی طرف سے آتی ہے اور زندگی بن کر آتی ہے۔ جب کسی درخت پر آتی ہے تو وہ درخت بولنے لگتا ہے' جب کسی جسم میں داخل ہوتی ہے تو وہ زندہ انسان بن جاتا ہے اور جب پیغمبر کے واسطے سے کتاب کی شکل میں آتی ہے تو اس سے مردہ قومیں زندگی پاتی ہیں اور ہائے خرابی اس قوم کی جس کے پاس روح موجود ہو اور پھر بھی مردہ ہو' زندگی کا کہیں نام و نشان نہ ہو۔

قرآن ---- صاحبِ قرآن کی نظر میں

ترمذی کی ایک حدیث ہے :

عن الحارث الاعور قال : مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی فقلت یا امیر المومنین ! الا تری الناس قد خاضوا فی الاحادیث قال او قد فعلوها قلت نعم قال : اما انی سمعت رسول اللہؐ یقول الا انہا ستکون فتنہ فقلت ما المخرج منہا یا رسول اللہؐ قال : کتاب اللہ فیہ نبا ما قبلکم وخبر ما بعد کم وحکم ما بینکم وھو الفصل لیس بالھزل من ترکہ من جبار قصمہ اللہ ومن ابتغی الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ وحبل اللہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم وھو الذی لا یزیغ بہ الاھواء ولا تلتبس بہ الالسنہ ولا تشبع منہ العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الرد ولا تنقضی عجائبہ وھو الذی لم تنتہ الجن اذ سمعتہ حتی قالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فآمنا بہ' من قال بہ صدق' ومن عمل بہ اجر و من حکم بہ عدل ومن دعا الیہ ھدی الی صراط مستقیم خذھا الیک یا اعور (رواہ الترمذی' الجلد الثانی' ابواب فضائل القرآن ص ۱۱۴ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ)

حضرت حارث اعور فرماتے ہیں : میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ ادھر اُدھر کی لایعنی باتوں میں مشغول ہیں۔ میں حضرت علیؓ کے پاس آیا اور انہیں خبردی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : کیا یہ باتیں ہونے لگیں ؟ میں نے کہا "جی ہاں" حضرت علیؓ نے فرمایا : یاد رکھو میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا : خبردار ! عنقریب ایک بڑا فتنہ سر اٹھائے گا۔ میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسولؐ اس سے بچنے کی کیا شکل ہوگی ؟ فرمایا : اللہ کی کتاب ' اس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی مفصل داستان اور سچے واقعات ہیں اور تم سے بعد آنے والی باتوں کی خبریں ہیں اور تمہارے اپنے معاملات کا فیصلہ ہے اور یہ ایک دو ٹوک بات ہے۔ ہنسی دل لگی کی بات نہیں ہے جو سرکش بھی اس کو حقارت سے ٹھکرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے سرِ غرور کو پاش پاش کردے گا اور جو کوئی اسے چھوڑ کر کسی اور بات کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنائے گا اسے گمراہ کردے گا۔ یہ خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہی پُر حکمت یاد دہانی ہے' یہی بالکل سیدھی راہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے خواہشات بے لگام نہیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک محفوظ کتاب ہے اس میں اوروں کی باتیں شامل نہیں ہیں۔ علماء کا دل اس سے کبھی نہیں بھرتا اور بہ کثرت پڑھنے سے پرانی نہیں ہوتی' اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ یہ وہی ہے جسے سنتے ہی جن پکار اٹھے تھے' بلاشبہ ہم نے عجیب و غریب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ جس نے اس کی سند پر کہا' سچ کہا۔ جس نے اس پر عمل کیا اجر پائے گا۔ جس نے اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا' جس نے اس کی طرف لوگوں کو بلایا اسے صراطِ مستقیم کی توفیق بخشی گئی۔

اعور ان باتوں کو اچھی طرح گرہ باندھ لو۔

آخری بات

مختصر یہ کہ یہ کتاب جو ہمیں اللہ رب العزت کی طرف سے ملی ہے' نعمت بھی ہے' رحمت بھی' نور بھی ہے' ہدایت بھی ہے' حیات بھی ہے اور بصیرت بھی' عدل و قسط اور حق و انصاف کی میزان بھی ہے اور خیر وبرکات کا سرچشمہ بھی۔ صراط مستقیم کی رہنما بھی ہے اور نجات اخروی کا ذریعہ بھی۔ پھر کیوں نہ ہم اس سے تعلق جوڑیں' کیوں نہ اس کے دامن کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑیں۔ کیوں نہ اسے اپنے سینوں میں جگہ دیں' کیوں نہ اسے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتاریں' کیوں نہ اسے اپنی زندگیوں میں سمو لیں اور کیوں نہ اس کے نور سے اپنی زندگی کو پرنور کرلیں —— اگر ایسا کریں گے تو بے پایاں سعادتوں اور لازوال کامرانیوں سے اپنی آغوش کو مالا مال کرلیں گے۔ لیکن اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر ہم سے بڑھ کر بدبخت و ناکام بھی کوئی نہ ہوگا۔ اللہ کی عظیم ترین نعمت و رحمت کو پاکر ٹھکرانے والا بے بصیرت' بے روح' بے جان اور گم کردہ راہ ہے۔

خسر الدنیا والآخرة ذلک هو الخسران المبین

المراجع

(۱) افاداتِ جلیل (مولانا جلیل احسن ندوی مرحوم کے خیالات سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے)

بقیہ بر صفحہ ۴۲